THE ALHAKAM QADIAN | رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار جس کو
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ بادر قادیاں بینی
دوا بینی، شفا بینی غرض دارالاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی
تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد
(مجاہد مصری)، عرفانی

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے ۱۰/
حکام و امراء سے ۵
معاونین سے عہ
عوام سے صہ
ممالک غیر سے ۱۲/

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ر ۱۴ر ۲۱ر ۲۸ر تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۲/

جلد ۳۷ | ۱۴ر مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۲۷ر ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ یوم چہار شنبہ | نمبر (۹)

(بخرام کہ وقت تو نزدیک پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"الحکم" کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہوئی کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے (آمین ثم آمین) الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اسکا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جسکا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اور آپکی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے اللّٰھم آمین

خاکسار
مرزا محمود احمد
(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(۷ر جنوری ۱۹۳۴ء)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

آئندہ کے لئے یہ صفحہ سرپرستان الحکم کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ جس میں اُن کی درخواستہائے دعا۔ الحکم کے متعلق مشورے یا اظہار خیالات۔ یا ایڈیٹر کی اپنی گذارشیں درج ہوا کرینگی۔ انشاء اللہ العزیز یہ صفحہ مخصوص انصار الحکم کے لئے ہے اور اس طرح پر گویا یہ **بزمِ الحکم** کا کام دے گا۔

(عرفانی)

میری صحت

الحمد للہ پہلے سے ترقی کر رہی ہے مگر گذشتہ دو تین دنوں میں پھر کچھ حرارت ہونے لگی ہے رات کے وقت پیشاب کی بار بار حاجت میں پہلے کی نسبت کمی ہے۔ مگر اب بھی پانچ چھ مرتبہ اُٹھتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب پورے آرام کا مشورہ دیتے ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان عوارض اور ناتوانی کو دور فرما دے۔ اور کام کرنے کی طاقت اور قوت روزی کرے۔ آمین۔

اخبار میں خبریں

دو فیصدی دوستوں نے مشورہ دیا ہے کہ اخبار میں ایک صفحہ خبروں کے لئے بھی ہو۔ تاکہ انھیں کوئی دوسرا اخبار نہ خریدنا پڑے الفضل میں خبروں کا ایک صفحہ ہوتا ہے۔ وہ ہر احمدی کو خریدنا ہی چاہیئے۔ الحکم کا موضوع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات آپ کے ملفوظات مکتوبات اور دوسرے کلام کی اشاعت مقصود ہے۔ جماعت کی روحانی تربیت اور اخلاقی تکمیل میں اسی چیز میں سمجھتا ہوں اور خدا کا شکر ہے ۹۸ فیصدی دوستوں نے اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھا ہے۔ اسلئے میں وعدہ نہیں کرتا۔ اگر موقعہ ہوا تو خبروں کے لئے بھی کچھ کالم تجویز کر دیئے جائینگے۔ اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ الحکم کے کم از کم ایک ہزار خریدار ہو جاویں تو اس کے صفحات ۱۲ کی بجائے ۱۶ کر دیئے جاویں۔ احباب اس کی کوشش کریں۔

الحکم مفت مل سکتا ہے

حضرت چودھری نصر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ سلسلہ کے ایک مخلص اور گرامی قدر وجود تھے۔ جن کی شاندار قربانیاں بہت کچھ لکھوانا چاہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد بھی سعید اور سلسلہ کے لئے مایہ ناز دی ہے **چودھری ظفر اللہ خان صاحب** آپ ہی کے خلف الرشید ہیں جنکی **اصابت رائے** اور معاملات کو سلجھانے کی بے نظیر قوت نے ہندوستان اور انگلستان کے مدبروں سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی **چودھری عبد اللہ خان صاحب** بی۔ اے نے الحکم کے لئے دو خریدار بھیجے ہیں جن میں سے ایک خریدار کی قیمت انھوں نے اپنی جیب سے دی ہے۔ لیکن جو روح ان کے اندر کام کرتی ہے وہ نہایت ہی قابل قدر اور ایمان افزا ہے۔ یہ پرچہ بطور صدقہ جاریہ انھوں نے جاری کرایا ہے اور اس شخص کے نام جاری کیا جائے گا۔ جو بالالتزام **حضرۃ سیدہ سارہ بیگم** رضی اللہ عنہا کے ترقی مدارج کے لئے دعا کرتا رہے گا۔ سب سے پہلی درخواست کرنے والے کے نام جاری کیا جائے گا۔ اور اگر ایک ہی وقت میں متعدد درخواستیں آئیں تو قرعہ اندازی سے جاری کر دیا جاویگا ایصال ثواب کا یہ بہترین طریق ہے۔ دفتر میں بعض ایسے لوگوں کی درخواستیں آتی ہیں جو واقعی خرید نہیں سکتے اور شوقین بھی بہت ہیں۔ پس اگر احباب اپنے مرحوم احباب یا رشتہ داروں کے لئے ایصال ثواب کے لئے یہ طریق اختیار کریں تو نہایت مناسب ہے۔

ایک ابدال اور الحکم

سیٹھ جی ایم ابراہیم سکندر آبادی اُن لوگوں میں سے ہیں۔ جو حقیقی معنوں میں ابدال ہیں۔ یو۔ پی اور امریکہ کی اعلیٰ سوسائیٹی میں قریباً چوتھائی صدی تک زندگی بسر کرنے کے بعد اُنھوں نے یکایک **احمدیت** کی طرف پلٹا کھایا۔ مجھے دہلی کے کارونیشن ہوٹل کے قیام اور اُن کی بیعت کا وہ سماں یاد ہے۔ جب وہ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد ان کی زندگی میں انقلاب ہوا۔ اور ایسا انقلاب کہ خدا کرے سب کو نصیب ہو۔ باوجود پیرانہ سالی اور بعض امراض کا نشانہ ہونے کے اول وقت میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے بیتاب اور تہجد کی نماز قضا نہ کرنے کا جذبہ اور سلسلہ کے کاموں میں ہر قسم کی قربانی کے لئے دائماً تیار۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ سیٹھ ابراہیم جیسے انسان کی زندگی میں **ابدال** کا حکم رکھتی ہیں۔ وہ انگریزی اور گجراتی اخبارات پڑھتے ہیں۔ لیکن سلسلہ کے اردو اخبارات بھی خود پڑھتے ہیں۔ الحکم کے اجراء پر اُنھوں نے بے حد مسرت کا اظہار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"میں جب الحکم کو پڑھ لیتا ہوں تو اپنے آپ کو ایسا خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ گویا حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہوں"

الحکم کو ختم کئے بغیر نہیں سوئے

پیر سید زمان شاہ صاحب ان سعادت مند نوجوانوں میں سے ہیں جو اپنے زمانہ طالب علمی میں بھی دینی محبت اور عملی زندگی کے لئے ممتاز تھے۔ وہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے فرزند ہیں۔ اور اب مانسہرہ میں وکیل ہیں۔ میں نے انھیں الحکم کی خریداری کے لئے تحریک کرتے ہوئے سارے پرچے بھیجدیئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"الحکم کے سات پرچے یکجا ملے یاد آوری کا مشکور ہوں ۶ بجے شام کو مجھے ڈاک ملی۔ اور رات کو اسوقت سویا جبکہ مینے حرف حرف اخبار پڑھ لیا"

آپ نے مجھے لمبا خط لکھا ہے جس کے ایک ایک جملہ میں جماعت کے ترفع اور اس مقام کے حصول کے لئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد تھا درد بھرا ہوا ہے۔ اور روحانی ترقی کے لئے وہ نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرتؑ اور آپ کے مخلص اور سابقون الاولون صحابہ کے حالات کثرت سے شائع ہوں۔ سلسلہ کے نوجوانوں خصوصاً فرزندان تعلیم الاسلام میں اس روح کا پیدا ہونا ایک مبارک فال ہے۔ الحکم انشاء اللہ سعی کریگا کہ وہ اس خصوص میں سستی نہ کرے۔ پیر صاحب نے الحکم کے لئے ایک خریدار بھی بھیجا ہے۔

بمبئی کا خط

حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم کی طبیعت ابھی تک ناساز ہے۔ اب پھر ان کے کاروبار کا موسم شروع ہوا ہے۔ احباب خصوصیت سے بالالتزام ان کی صحت اور کاروباری ترقی کے لئے دعا کریں۔ ان کے صاحبزادے آدم اسمٰعیل نے مجھے ایک مفصل خط لکھا ہے۔ سیٹھ صاحب کے اخلاص کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ میں اُنھوں نے اسی بچہ آدم اسمٰعیل کو قادیان تعلیم کے لئے میرے ہی ساتھ بھیجا تھا حالانکہ جو آسانیاں بمبئی میں اُن کو میسر تھیں وہ یہاں یا کسی اور جگہ نہ ہو سکتی تھیں۔ آدم اسمٰعیل اپنے باپ کے نقش قدم پر چل رہا ہے اور کاروباری لائن میں ان کا دایاں بازو ہے الحکم کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

"الحکم نہایت دلچسپ ہوتا ہے اور جب تک شروع سے لے کر آخر تک ختم نہ کر لیا جاوے چین نہیں پڑتا"

حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کا احترام

خواجہ عبد الرحیم صاحب ناگپور سے الحکم کے متعلق اپنے بیش قیمت خیالات اور خاکسار عرفانی کے متعلق حسن ظن کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"اعلیٰ حضرت کے الفاظ کو حقیقی معنوں میں پورا کرنے کیلئے انشاء اللہ سب جماعت آپ کا ساتھ دے گی"

خواجہ صاحب خود خریدار ہو چکے ہیں۔ مجلس مشاورت پر کچھ اور خریدار بھی پیش کرنے کی سعی کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ **جزاهم الله احسن الجزا۔**

چار خریدار

مولوی عبد الواحد صاحب مبلغ کشمیر اپنے ایک خط میں الحکم کے لئے چار خریداروں کی فہرست بھیجتے ہیں۔ میرے دل میں ان چار خریداروں اور مولوی صاحب کے لئے خاص جذبہ تشکر ہے۔ اسلئے کہ کشمیر اس وقت خصوصیت سے احمدی احباب ایک خاص امتحان سے گذر رہے ہیں مگر اس عہد ابتلاء میں بھی اپنے آقا و محبوب کے ساتھ ان کی یہ محبت و اخلاص خاص اجر کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔ آمین

میرا مطالبہ

اگر الحکم کی ضرورت اسکی خدمات (مینے بھی کوئی خدمت اپنی نہیں سمجھی۔ یہ انکساری نہیں حقیقت ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے محض فضل نے ایک موقعہ دیا۔ عرفانی) کا اعتراف ہے اور چاہتے ہو کہ اس کے ذریعہ بہترین کام ہو سکے۔ تو ۳۰ جون ۱۹۳۴ء تک ہر انجمن اس کی خریدار ہو جاوے اور کم از کم اس کی اشاعت ایک ہزار کرنی چاہیئے

(عرفانی)

سیرۃ المہدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ایک ورق

حضور کی ہمت بلند اور دشمنوں سے سلوک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک فرمایا ہے۔ میں نے اس کے واقعات سیرۃ مسیح موعودؑ میں دیئے ہیں۔ یہاں میں ایک اور چیز بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے معلوم ہوگا کہ آپ کی ہمدردی کا دائرہ کتنا وسیع اور ہمت کس قدر بلند تھی۔ دشمن ایک ایسا لفظ ہے کہ اس کے تصور کے ساتھ ہی انسانی جذبات میں ایک جوش اور انتقامی رنگ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت کا مشاہدہ کرو۔

جولائی ۱۹۰۶ء میں آپ نے جماعت کی اصلاح اور تزکیہ نفس کے لئے ایک تقریر فرمائی۔ اس میں ارشاد ہوا کہ

"میرا تو یہ مذہب ہے کہ دعا میں دشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے۔ جس قدر دعا وسیع ہوگی اسی قدر فائدہ دعا کرنے والے کو ہوگا۔ اور جس قدر دعا میں بخل کرے گا۔ اسی قدر اللہ کے قرب سے دور ہوتا جائے گا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے عطیہ کو جو بہت ہی وسیع ہے۔ جو شخص محدود کرتا ہے۔ اس کا ایمان کمزور ہے"۔ (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۵)

ان الفاظ پر غور کرو کہ یہ آپ کے قلب کی وسعت کا پتہ دیتے ہیں۔ ہمدردی اور خیر خواہی کا یہ مقام ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس مقام پر درحقیقت خدا کے نبی ہی پہنچتے ہیں۔ اور یا پھر جن کا نفس ان کی پاک صحبت میں پاک ہو گیا ہو۔ اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تعلیم کہ دشمنوں کے لئے دعا کرو۔ مسیح ناصری علیہ السلام کی اس تعلیم سے جو ان کی طرف منسوب ہے کہ دشمنوں سے پیار کرو۔ بہت بڑھ کر ہے۔

بہر حال غور کرو کہ کس فطرت بلند اور وسعت قلب کا یہ انسان ہے۔ اور اس سے آپ کے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے

خدا کی مخلوق سب اُس کا کنبہ ہے

دوسروں کی نفع رسانی کا جذبہ

بنی نوع انسان کی نفع رسانی کے لئے آپ ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔ آپ نے اپنے گھر میں ایک چھوٹی سی ڈسپنسری رکھی ہوئی تھی۔ دیہات اور قادیان کی بعض عورتیں اپنے بچوں کو لے کر آجاتی تھیں۔ اور آپ بعض اوقات گھنٹوں تک ان کو دوائیں دینے میں مصروف رہتے۔ اور کبھی کبیدہ خاطری کا اظہار نہ فرماتے۔ اپنی مصیبتوں اور مشکلات میں مبتلا جب دشمن بھی آپ کے پاس آتے اور کسی قسم کی امداد کے لئے درخواست کرتے تو ایسی کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی سے ان کی درخواستوں کو منظور فرماتے کہ حیرت ہوتی۔ آپ فرماتے کہ:۔

"میرا تو یہ مذہب ہے کہ دنیا میں ہر ایک چیز کام آتی ہے۔ زہر اور نجاست بھی کام آتی ہے اسٹرکنیا بھی کام آتا ہے اعصاب پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ مگر انسان جو اخلاق فاضلہ کو حاصل کر کے نفع رسان ہستی نہیں بنتا۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کام بھی نہیں آسکتا ہو تو مردار حیوان سے بدتر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی تو کھال اور ہڈیاں بھی کام آجاتی ہے مگر اس کی تو کھال بھی کام نہیں آتی یہی وہ مقام ہے جہاں انسان **بل ھم اضل** کا مصداق ہو جاتا ہے"

غور سے آپ کے اس ارشاد کو پڑھو کہ آپ انسان کو کس اعلیٰ مقام پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور خود اپنا یہی مذہب سمجھتے ہیں۔ کہ دوسروں کے کام آئے۔ یہ الفاظ نرے الفاظ ہوتے۔ اگر آپ کی زندگی کے واقعات اس کی تائید نہ کرتے۔ مگر آپ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں ڈوبا ہوا ہے دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنا آپ کا شیوہ تھا۔

بے حجاب دوست

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان گوڑیانوی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ:۔

"ڈاکٹر صاحب! ہمارے دو قسم کے دوست ہیں ایک وہ جن کے ساتھ ہم کو حجاب نہیں۔ اور دوسرے وہ جن کو ہم سے حجاب ہے۔ اسلئے ان کے دل کا اثر ہم پر بھی پڑتا ہے۔ اور ہم کو ان سے حجاب رہتا ہے۔ جن لوگوں سے ہم کو کوئی حجاب نہیں ہے اُن میں سے ایک آپ بھی ہیں"

ایسے ہی دوستوں میں سے منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی حضرت منشی عبد اللہ سنوری جیسے لوگ تھے۔ یہ تعداد محدود نہ تھی۔ بہت سے ایسے دوست تھے۔ یہ لوگ باوجود بے حجابی کے حضرت کے حضور نعوذ باللہ گستاخ نہ تھے۔ بلکہ نہایت مؤدب اور فدائی تھے۔ ان میں عاشقانہ رنگ تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی خادمانہ محبت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان سے ایسی محبت کرتے تھے جیسے کسی بے تکلف دوست اور عزیز سے۔ ان کی زندگیوں میں بعض ایسے واقعات ملتے ہیں جو انسانی فطرت اور پاکیزہ فطرتی کے صحیح معیار کو لئے ہوئے ہیں۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے نہ کبھی فطرت انسانی کے راز کو سمجھا ہے۔ اور نہ غور کیا ہے۔ ان کی نظر میں شاید وہ بہت ہی معمولی باتیں ہوں مثلاً حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب کو لے کر کھجوریں کھا رہے تھے۔ اور گٹھلیاں ایک عزیز کے سامنے جمع ہو رہی تھیں تو ایک فطرت صحیحہ کے اسرار سے ناواقف اور جاہل انسان اسے دیکھ کر یہی سمجھتا ہوگا کہ یہ کیا بات ہے؟ لیکن محبت و اخلاص کے جذبات کی آبیاری اسی بے تکلفی اور پسندیدہ مزاح میں تھی۔ اسی قسم کے بعض واقعات حضرت کی زندگی میں بھی ملتے ہیں

حضرت منشی ظفر احمدؓ صاحب بعض اوقات عجیب باتیں کر دیا کرتے تھے۔ اور ایسا ہی حضرت منشی عبد اللہ سنوری رضی اللہ عنہ صاحب بھی منشی ظفر احمدؓ صاحب کا ایک واقعہ تو میں نے حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کے حالات میں بتایا ہے کہ کس بے تکلفی سے عرض کر دیا۔ آج منشی ظفر احمد صاحب ہی کی روایت سے ایک اور واقعہ درج کرتا ہوں جس میں حضرت منشی عبد اللہ صاحب سنوری بھی شریک ہیں۔

یہ روایت مکرمی سردار مصباح الدین احمد صاحب نے سیرۃ المہدی کے ورق کے لئے بھیجی ہے

اس روایت سے حضرت اقدسؑ کی اپنے خدام سے بے تکلفی اور سادگی کے علاوہ حضورؑ کے استغراق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ در اصل آپ دنیا اور اس کے متعلقات سے بے انتہا بے پرواہ تھے۔ بعض اوقات ایک دوست آپ کے سامنے کئی دنوں سے حاضر ہے۔ مگر اپنے استغراق میں آپ اس سے ہر دفعہ پوچھتے ہیں کہ آپ کب آئے ہیں؟

یہ باتیں بناوٹ سے نہیں ہو سکتیں ہیں۔ نا اہل لوگوں کے لئے بعض اوقات سادگی اور بے تکلفی کے ایسے واقعات ٹھوکر کا موجب ہو جاتے ہیں۔ غرض آپ اپنے خدام سے ایسے طور پر محبت کا تعلق رکھتے تھے کہ وہ آپ کے زیادہ سے زیادہ قریب ہوں۔ اور آپ کی محبت و اخلاص اور وفاداری میں گم ہو جانا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ باوجود بے تکلفی کے آپ کا جلال اور رعب ہر ایک کے دل پر طاری تھا۔ اور وہ رعب محبت اور عزت کے جذبات سے بھرا ہوا تھا۔ جو خدا تعالےٰ کی عظمت اور جلال پر کامل یقین کا نتیجہ تھا۔ وہ لا انتہا معرفت کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ اگرچہ یہ انسان ہے۔ لیکن

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

کا مصداق ہے۔ غرض حضرت منشی ظفر احمدؓ صاحب روایت کرتے ہیں کہ:۔

ایک مرتبہ میں اور منشی عبد اللہ صاحب مرحوم سنوری قادیان میں حضرتؑ کے حضور حاضر تھے۔ ایک روز حضور نے ایک تازہ الہام سنایا۔ اور وہ الہام تھوڑی دیر بعد پورا ہو گیا۔ ہم نے عرض کیا حضور!

اس خوشی میں ہمیں کچھ کھلائیں! فرمایا بہت اچھا کیا کھاؤ گے؟ ہم نے عرض کی حضور گوشت کھائینگے۔ فرمایا بہت اچھا۔ اور حضور نے گوشت پکنے کا انتظام کر دیا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو حضرت ام المومنین نے عمداً بوٹیاں رکھ لیں۔ اور شوربا بھجوا دیا۔ حضرت اسے ایک قاب میں لے کر آ گئے اور بے تکلفی سے ہمارے سامنے رکھ کر کھانے میں شریک ہوئے۔ حضرت پر اس وقت استغراقی کیفیت طاری تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔ آخر منشی عبداللہ صاحب سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے کہا کہ حضور ہم نے تو گوشت کا وعدہ لیا تھا۔ اور حضور تو صرف شوربہ ہی لائے ہیں۔ فرمایا بے شک ہم نے گوشت کھلانے کا وعدہ کیا تھا میں جا کر دریافت کرتا ہوں"

پھر حضور اندر تشریف لے گئے اور پوچھا۔ تو جواب ملا کہ گوشت نرم ہو تو وہ بھی شوربا ہی ہو جاتا ہے۔ فرمایا بہت اچھا۔ اور باہر تشریف لا کر نہایت سادگی سے فرمایا کہ بوٹیاں بھی گل کر گھل گئی ہیں" گویا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہم دونوں حضور کی محبت و دلداری۔ سادگی اور استغراقی کیفیت اور بے تکلفی کو دیکھ کر ایمان بڑھا رہے تھے۔ اور ہم پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔ منشی عبداللہ نے عرض کیا کہ حضور! گوشت تو گل کر گھل گیا مگر ہڈیاں بھی ساتھ ہی گھل گئیں؟ آپ نے فرمایا ہاں آپ نے ٹھیک کہا جا کر دریافت کرتا ہوں" اور پھر اندر تشریف لے گئے اور جا کر منشی عبداللہ صاحب کی بات پیش کی حضرت ام المومنین ہنس پڑیں۔ اور بہت سی بوٹیاں برتن میں ڈال کر باہر بھیج دیں"

بظاہر یہ واقعہ خام کار اور کج دل انسان کو ایسا معلوم ہوگا کہ یہ عجیب ہے۔ لیکن اس کی تہ میں فطرت انسانی کے صحیح جذبات کی حقیقت نمایاں ہے۔

حضور کی شفقت اور محبت کو دیکھو کہ اپنے بار بار جانے سے مضائقہ نہیں فرماتے۔ ان کی دلداری چاہتے ہیں اور حسن ظن کا پہلو۔ اور استغراقی کیفیت پوری شان کے ساتھ جلوہ نما ہے۔

اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم

سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل و اخلاق پر سیرۃ مسیح موعودؑ کے نام سے تین حصوں میں شائع ہو چکی ہیں —

دفتر الحکم سے طلب کرو۔

نصف صدی پیشتر کے
واقعات حالات مقالات و الہامات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک چیز بہت ہی نمایاں اور آپ کی صداقت پر ایک روشن دلیل ہے یہ ہے کہ جس طرح پر آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات پر یقین کامل تھا۔ اسی طرح اس وحی اور الہام پر بھی آپ کو یقین کامل تھا۔ جو آپ پر ایسے وقت میں نازل ہو رہی تھی۔ جبکہ آپ کو گوشہ تنہائی سے زیادہ کوئی چیز پسند نہ تھی۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جو اجماعی طور پر انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں میں نظر آتی ہے۔ کسی ایک نبی کے حالات کو پڑھو۔ وہ ہر قسم کے مخالف حالات کے اندر سے گزرتے ہوئے خدا کی اس وحی پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ جو اس پر نازل ہوتی ہے میرے اپنے نقطۂ خیال سے ہر نبی کی سچائی کے لئے یہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسلئے کہ اس کی زندگی کے آنے والے واقعات اس وحی الٰہی پر متفرع ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اس خصوص میں

ایک خاص شان

رکھتی ہے۔ اسلئے کہ وہ واقعات جو آپ کو زندگی میں آگے چلکر پیش آئے۔ ان کے متعلق خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام سے اطلاع پا کر آپ نے ایسے وقت میں خبر دی جب آپ کو کوئی نہ جانتا تھا۔ اور نہ آپ کے وہم و گمان میں کوئی چیز تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ جانتے تھے کہ کوئی شخص اپنی حیات کے متعلق کسی قسم کا تصرف نہیں رکھتا۔ اور ایک وثوق اور شعور کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی فلاں وقت تک لمبی ہوگی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسوقت کی تحریروں کو پڑھو تو معلوم ہوگا۔ کہ ایک کامل یقین اور وثوق کے ساتھ وہ خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے وعدوں پر اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں۔

قابل غور یہ امر ہے کہ کیا کوئی مفتری اور منصوبہ باز اس بصیرت اور معرفت کے ساتھ اعلان کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ چیز صرف نبیوں کی زندگی میں نظر آتی ہے۔

آج کی اشاعت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۱۷ مارچ ۱۸۸۴ء کا ایک مکتوب صفحہ ۱۱ پر حضرت منشی احمد جان صاحب مرحوم کے نام شائع کیا ہے۔ جس پر پورے پچاس سال گذر رہے ہیں۔ میں قارئین کرام کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بار بار اس خط کو پڑھیں — اس میں آپ نے بعض وہ الہامات درج کئے ہیں جو مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوئے تھے۔ اور وہ ایام ہر قسم کی مشکلات اور تنگی کے تھے۔ اس میں خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ

"ایسے آدمی تیری مدد کریں گے
جن پر ہم خود وحی کریں گے"

اور پھر ان مدد کرنے والوں کے لئے بھی بشارات دیں۔ اور اس کے بعد پچاس سالہ واقعات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح نمایاں کر دیا کہ جو کچھ آپ نے خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام نے بیان فرمایا تھا۔

وہ خدائے عالم الغیب ہی کا کلام تھا — اگر کسی کو اس میں شک و شبہ ہو تو وہ اس کی نظیر پیش کرے۔

اب میں مختصراً اس وقت کے بعض حالات پیش کرتا ہوں۔

حضرت منشی احمد جان صاحب مرحوم (جن کا ذکر اس سے پہلے بھی آ چکا ہے) نے اپنے شغل تصنیف طب روحانی کو براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد غیر ضروری سمجھا۔ اور اپنی زندگی کو بمع اپنے بعض دوستوں کے اس غرض کے لئے وقف کر دیا کہ وہ براہین کی اشاعت اور حضرت کے اشاعتی کاروبار کے خریداروں اور معاونین کی جماعت کو پیدا کریں۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کا سلسلہ مراسلات جاری ہوا۔ جس سلسلہ کی ایک کڑی وہ مکتوب ہے جو آج کی اشاعت میں صفحہ ۱۱ پر دیا گیا ہے۔ جس اشتہار کا حضرت نے اپنے مکتوب میں ذکر کیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز وہ بھی اپنے موقع مناسب پر

الحکم یا حیات احمد میں شائع ہو جائیگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مختصر سا نوٹ آج کے مندرجہ مکتوب کے پڑھنے میں

بصیرت افروز دلچسپی

پیدا کر دے گا۔ اور میں خود بھی درخواست کرتا ہوں کہ قارئین کرام اس کی روشنی میں اس کو پڑھیں

(عرفانی)

خاص نمبر
کی اشاعت کیلئے اپنا فرض پورا کیجیے
(مینجر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھیئے الحکم ۷ مارچ ۱۹۳۴ء نمبر ۸)

ہم ایک بات مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایک نمک کی ڈلی اور ایک مصری کی ڈلی رکھی ہو۔ اب عقل محض ان پر کیا فتوے دے سکیگی۔ ہاں اگر ان کو چکھینگے تو جداگانہ مزوں سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ نمک ہے اور وہ مصری ہے۔ لیکن اگر حسِ لسان ہی نہیں تو نمکین اور شیریں کا فیصلہ کوئی کیا کرے گا۔؟ پس ہمارا کام صرف دلائل سمجھا دینا ہے آفتاب کے چڑھنے میں جیسے ایک اندھے کے انکار سے فرق نہیں آسکتا۔ اور ایک **مسلوب القوۃ** کے طریق استدلال سے فائدہ نہ اٹھانے سے اس کا ابطال نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پر اگر کوئی شخص کشفی آنکھ نہیں رکھتا تو وہ اس تعلق ارواح کو کیونکر دیکھ سکتا ہے؟ پس اس کے انکار سے محض اسلئے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا اس کا انکار جائز نہیں ہے۔ ایسی باتوں کا پتہ نری عقل اور قیاس سے کچھ نہیں لگتا۔ اللہ تعالے نے اس لئے انسان کو مختلف قویٰ دیئے ہیں۔ اگر ایک ہی سب کام دیتا تو پھر اس قدر قوےٰ کے عطا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بعض کا تعلق آنکھ سے ہے اور بعض کا کان سے۔ بعض زبان سے متعلق ہیں۔ اور بعض ناک سے۔ مختلف قسم کی حسّیں انسان رکھتا ہے۔ قبور کے ساتھ تعلق ارواح کے دیکھنے کیلئے **کشفی قوت اور حس کی ضرورت ہے**۔ اگر کوئی کہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تو وہ غلط کہتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی ایک کثیر تعداد کروڑہا اولیاء و صلحاء کا سلسلہ دنیا میں گذرا ہے۔ اور مجاہدات کرنے والے بے شمار لوگ ہوگذرے ہیں اور وہ سب اس امر کی زندہ شہادت ہیں۔ گو اس کی اصلیت اور تعلقات کی وجہ عقلی طور پر معلوم کرسکیں یا نہ۔ مگر نفس تعلق سے انکار نہیں ہو سکتا۔ غرض کشفی دلائل ان ساری باتوں کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ اگر نہ دیکھ سکیں تو ان کا کیا قصور؟ وہ اور قوت کا کام ہے۔ ہم اپنے **ذاتی تجربہ سے گواہ ہیں** کہ روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضروری ہے۔ انسان میت سے کلام کرسکتا ہے۔ روح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے۔ جہاں اس کے لئے ایک مقام ملتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ایک ثابت شدہ **صداقت** ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اس کی گواہی موجود ہے۔ یہ مسئلہ عام طور پر مسلمہ مسئلہ ہے بجز اس فرقہ کے جو نفی بقائے روح کرتا ہے۔ اور یہ امر کہ کس جگہ تعلق ہے کشفی قوت خود بتا دے گی۔ **جیالوجسٹ** (عالم علم طبقات الارض) بتلا دیتے ہیں کہ یہاں فلاں دھات ہے۔ اور وہاں فلاں کان ہے۔ دیکھو ان میں یہ ایک قوت ہوتی ہے جو فی الفور بتلا دیتی ہے۔ پس یہ بات ایک سچی بات ہے کہ **ارواح کا تعلق قبور سے ضرور ہوتا ہے**۔ یہاں تک کہ اہل کشف توجہ سے میّت کے ساتھ کلام بھی کرسکتے ہیں۔ اور اوہام اور اعتراضوں کا سلسلہ تو ایسا لمبا ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا۔

از اخبار الحکم ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء

کیا سفر میں روزہ رکھیں

حضرت اقدس سے دریافت کیا گیا کہ سفر کے لیے روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے **فرمایا کہ**:۔

"قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ **فمن کان منکم مریضًا او علٰی سفر فعدۃ من ایام اخر** یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ اس میں امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو رکھ لے جس کا اختیار ہو نہ رکھے۔ میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں۔ اسلئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر عدّۃ من ایام اخر کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔"

از اخبار الحکم ۱۲ اپریل ۱۸۹۹ء

تقدیر

تقادیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کا نام معلق ہے اور دوسری کو **مبرم** کہتے ہیں۔ اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو **دعا** اور **صدقات** اس کو ٹلا دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالے اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔ اور **مبرم** ہونے کی صورت میں وہ **صدقات اور دعا** اس تقدیر کے متعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں وہ عبث اور فضول بھی نہیں رہتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ وہ اس دعا اور صدقات کا اثر اور نتیجہ کسی دوسرے پیرائے میں اس کو پہنچا دیتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی تقدیر میں ایک وقت تک توقف اور تاخیر ڈالدیتا ہے۔ **قضائے معلق اور مبرم** کا ماخذ اور پتہ قرآن کریم سے ملتا ہے۔ یہ الفاظ گو نہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں فرمایا ہے **ادعونی استجب لکم** ترجمہ "دعا مانگو میں قبول کروں گا"۔ اب یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا قبول ہو سکتی ہے۔ اور دعا سے عذاب ٹل جاتا ہے۔ اور ہزارہا کیا کُل کام دعا سے نکلتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کل چیزوں پر قادرانہ تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے پوشیدہ تصرفات کی لوگوں کو خواہ خبر ہو یا نہ ہو۔ مگر صدہا تجربہ کاروں کے وسیع تجربے اور ہزارہا دردمندوں کی دعا کے صریح نتیجے بتلا رہے ہیں کہ اس کا ایک پوشیدہ اور مخفی تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے۔ ہمارے لئے یہ امر ضروری نہیں کہ ہم اس کی تہ تک پہنچنے اور اس کی کُنہ اور کیفیت معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ جبکہ اللہ تعالے جانتا ہے کہ ایک شے ہونے والی ہے۔ اسلئے ہم کو جھگڑے اور مباحثے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ خداتعالے نے انسان کے **قضاء و قدر** کو مشروط بھی رکھا ہے۔ جو توبہ۔ **خشوع خضوع** سے ٹل سکتی ہے۔ جب کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت انسان کو پہونچتی ہے۔ تو وہ فطرتاً اور طبعاً اعمال حسنہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اپنے اندر ایک قلق اور کرب محسوس کرتا ہے۔ جو اُسے بیدار کرتا۔ اور نیکیوں کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے۔ اور گناہ سے ہٹاتا ہے۔ جس طرح پر ہم ادویات کے اثر کو تجربے کے ذریعہ سے پا لیتے ہیں۔ اسی طرح پر ایک مضطرب الحال انسان جب خداتعالے کے آستانے پر نہایت تذلل اور نیستی کے ساتھ گرتا ہے اور ربی ربی کہہ کر اس کو پکارتا اور دعائیں مانگتا ہے۔ تو وہ رویائے صالحہ یا الہام صحیحہ کے ذریعہ ایک **بشارت اور تسلی** پالیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب صبر اور صدق سے دعا انتہا کو پہنچے گی۔ تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ دعا۔ صدقہ اور **خیرات** سے عذاب کا ٹلنا ایسی ثابت شدہ صداقت ہے۔ جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کا اتفاق ہے اور کروڑہا صلحا اور اتقیاء اور اولیاء اللہ کے ذاتی تجربے اس امر پر گواہ ہیں۔

نماز کی حقیقت

نماز کیا ہے؟ ایک خاص دعا ہے۔ مگر لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خداتعالیٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔؟ اس کے غنائے ذاتی کو اسبات کی کیا حاجت ہے کہ انسان **دعا اور تسبیح** اور **تہلیل** میں مصروف رہے۔ بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آجکل عبادات اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے۔ اور عبادت میں جس قسم کا مزا آنا چاہیئے وہ مزا نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر کہ ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور وہ اسے تلخ اور بالکل پھیکا سمجھتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں لذت اور حظ نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس میں خدا تعالے نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اس کے لئے لذت اور سرور نہ ہو۔ لذت اور سرور تو ہے۔ مگر اس سے حظ اٹھانیوالا بھی تو ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**۔ اب انسان جبکہ عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے۔ ضروری ہے کہ عبادت میں لذت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھا ہو۔ اسبات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدات اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کئے ہیں۔ تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے؟ کیا اس کے ذائقہ، مزے اور احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان نہیں۔ کیا وہ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات۔ حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا۔؟ کیا دل خوش کن اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو۔ اللہ تع فرماتا ہے کہ ہم نے **عورت** اور مرد کا جوڑا پیدا کیا۔ اور مرد کو

رغبت دی ہے۔ اب اس میں زبردستی نہیں۔ بلکہ ایک لذت بھی رکھدی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہو سکتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں اُن کی غیرت قبول نہ کرتی۔ کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ مگر اس میں اُن کے لئے ایک حظ ہے۔ اور ایک لذت ہے۔ یہ حظ اور لذت اس درجہ تک پہنچی ہے کہ بعض کوتاہ اندیش انسان اولاد کی بھی پروا اور خیال نہیں کرتے۔ بلکہ اُن کو صرف حظ ہی سے کام اور غرض ہے۔ خدا تعالےٰ کی علت غائی بندوں کا پیدا کرنا تھا۔ اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد میں قائم کیا۔ اور ضمناً اس میں ایک حظ جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا ہے۔ اسی طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں۔ اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے۔ اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ نفس سے بالا اور بالاتر ہے۔ جیسے عورت اور مرد کے باہمی تعلقات میں ایک لذت ہے۔ اور اس سے وہی بہرہ مند ہو سکتا ہے جو مرد اپنے قوائے صحیحہ رکھتا ہے۔ ایک نامرد مخنث وہ حظ نہیں پا سکتا۔ اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے۔ اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کمبخت انسان ہے جو عبادت الٰہی میں لذت نہیں پا سکتا۔

عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں **حقیقی ابدی** اور **لذت مجسم** جو جوڑا ہے وہ انسان اور **خدا تعالیٰ** کا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے۔ کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی کھانے میں مزا نہ آئے۔ طبیب کے پاس جاتا اور کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا۔ روپیہ خرچ کرتا اور دکھ اٹھاتا ہے۔ کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامراد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا۔ اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ! وہ مریض دل۔ وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا۔ جس کو عبادت میں لذت نہیں آتی؟ اس کی جان غم سے کیوں نڈھال نہیں ہو جاتی۔ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لئے کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کس قدر بے نصیب ہے۔ کیسا ہی محروم ہے۔ عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے۔ اور پا لیتا ہے۔ کیا ہو سکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذت کے علاج نہ ہوں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ مگر تلاش حق میں مستقل اور پویہ قدم درکار ہیں۔ قرآن کریم میں ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے۔ اس میں بھی سر اور بھید ہے۔ ایمان لانے والوں کو مریم اور آسیہ سے مثال دی ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ مشرکین میں سے مومنوں کو پیدا کرتا ہے۔ بہر حال عورتوں سے مثال دینے میں درصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے یعنی جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسیطرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت اور ایک دوسرے پر فریفتہ ہو تو وہ جوڑا ایک مبارک اور مفید ہوتا ہے۔ ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذات حاصل نہیں ہوتا ہے۔ مرد اور جگہ خراب ہوتا ہے۔ اور صدہا قسم کی بیماریاں لے آتے ہیں۔ آتشک سے مجذوم ہو کر دنیا میں ہی محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اولاد ہو بھی جاوے تو کئی پشت تک یہ سلسلہ برابر چلا جاتا ہے، اور ادھر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے۔ اور عزت اور آبرو کو ڈبو کر بھی سچی راحت حاصل نہیں کر سکتے۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر کس قدر بد نتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسیطرح پر انسان روحانی جوڑے سے الگ ہو کر مجذوم اور مخذول ہو جاتا ہے۔ دنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے۔ جیسا کہ عورت اور مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی **بقا** کے لئے حظ ہے۔ اسیطرح پر عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے کے لئے ایک **ابدی بقا** کے لئے حظ موجود ہے **صوفی** کہتے ہیں جس کو یہ حظ نصیب ہو جاوے دنیا و مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اس کو معلوم ہو جاوے۔ تو اس میں ہی فنا ہو جاوے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا۔ اور اُن کی نمازیں صرف ٹکریں ہیں۔ اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہیں مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اسلئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دنیا میں معتبر اور قابل عزت سمجھے جاویں۔ اور پھر اس نماز سے یہ بات اُن کو حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ نمازی اور پرہیزگار کہلاتے ہیں۔ پھر اُن کو کیوں یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بے دل کی نماز سے اُن کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے تو کیوں ایک سچے **عابد** بننے سے اُن کو یہ عزت نہیں ملیگی اور کیسی عزت ملے گی۔

غرض میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سست اسلئے ہوتے ہیں کہ ان کو اس لذت اور سرور سے اطلاع نہیں۔ جو اللہ تعالےٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے۔ اور بڑی بھاری وجہ اس کی یہی ہے۔ پھر شہروں اور گاؤں میں تو اور بھی سستی اور غفلت ہوتی ہے سو پچاسواں حصہ بھی تو پوری مستعدی اور سچی محبت سے اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور سر نہیں جھکاتا۔ پھر سوال یہی پیدا ہوتا ہے؟ کہ کیوں؟ ان کو اس لذت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی انھوں نے اس مزے کو چکھا۔ اور مذاہب میں ایسے احکام نہیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور مؤذن اذان دے دیتا ہے۔ پھر وہ سننا بھی نہیں چاہتے۔ گویا اُن کے دل دکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہیں۔ بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ ان کی دکانیں دیکھو تو مسجدوں کے نیچے ہیں۔ مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔

پس میں کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ دعا مانگنی چاہیئے۔ کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذتیں عطا کی ہیں **نماز اور عبادت** کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے دیکھو! اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے۔ تو وہ اسے خوب یاد رہتا ہے۔ پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی ساری حالت بہ اعتبار اس کے مجسم ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو۔ تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے۔ کہ ناحق صبح کو اٹھ کر سردی میں وضو کر کے خواب راحت چھوڑ کر کئی قسم کی آسائشوں کو کھو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسے بیزاری ہے۔ وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذت و راحت سے جو نماز میں ہے اس کو اطلاع نہیں ہے۔ پھر نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو؟ ——

میں دیکھتا ہوں کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا۔ تو وہ پے در پے پیالے پیتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو ایک قسم کا نشہ آ جاتا ہے۔ دانشمند اور بزرگ انسان اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جاوے یہاں تک کہ اس کو سرور آ جائے۔ اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذت ہوتی ہے۔ جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذات ہوتا ہے۔ اسی طرح سے **ذہن** میں اور ساری طاقتوں کا رجحان نمازیں اُسے سرور کا حاصل کرنا ہو۔ اور پھر ایک خاص جوش کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق و کرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو کہ وہ لذت حاصل ہو تو میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً وہ لذت حاصل ہو جاوے گی۔ پھر نماز پڑھتے وقت اُن مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو۔ جو اس سے ہوتے ہیں اور احسان پیش نظر رہے **ان الحسنات یذھبن السیات** نیکیاں اور بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ پس ان حسنات کو اور لذات کو دل میں رکھ کر دعا کرے کہ وہ نماز جو کہ صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔ یہ جو فرمایا ہے ان الحسنات یذھبن السیات یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دور کرتی ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ نماز فواحش اور برائیوں سے بچاتی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نہ **روح** اور نہ **راستی** کے ساتھ۔ وہ صرف **رسم** اور **عادت** کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں اُن کی روح مردہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کا نام حسنات نہیں رکھا۔ اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا (باوجودیکہ معنی وہی ہیں) اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کی طرف اشارہ کرے۔ کہ وہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے۔ اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے۔ وہ نماز یقیناً یقیناً برائیوں کو دور کرتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت و سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکان نماز در اصل روحانی نشست و برخاست کے ہیں۔ انسان کو خدا تعالےٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اور قیام بھی آداب خدمتگاران میں سے ہے رکوع کا جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کو کس قدر گردن جھکاتا ہے اور سجدہ کمال آداب اور کمال تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طرق ہیں جو خدا تعالےٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے ہیں اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھدیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقال کی طرح نقلیں اُتاری جاویں۔ اور اسے ایک بار گراں سمجھ کر اُتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی بتاؤ۔ اس میں کیا لذت اور حظ آ سکتا ہے اور جب تک لذت اور سرور نہ آئے اس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی اور یہ اسوقت ہوگا جب کہ روح بھی ہمہ **نیستی اور تذلل تام** ہو کر آستانہ الوہیت پہ گرے۔ اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے۔ اس وقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ایک گم شدہ ورق

سیرۃ الصحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ میں آج میں **حافظ حامد علی** صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات شروع کرنا چاہتا تھا۔ مگر اتفاق سے میری یادداشتوں میں ایک یادداشت ملی۔ جو حضرت حافظ **روشن علی** صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی کا گویا ایک گم شدہ ورق ہے۔ یہ یادداشت بغرض اشاعت ۲۳ رجولائی ۱۹۳۲ء کو حیدرآباد میں مرتب کی تھی۔ اسلئے میں آج اسے دئے دیتا ہوں۔ یقیناً قارئین کرام اسے دلچسپی سے پڑھیں گے۔ ان لوگوں کی عملی زندگیاں ہمارے لئے نشان میل ہیں۔ اور انھیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **پاک صحبت** نے کیا رنگ پیدا کر دیا تھا۔ (عرفانی)

مینے خلافِ معمول آجتک حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کی سیرۃ و سوانح کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ میں ان کی زندگی کے واقعات اور ان کی سیرۃ کے سبق آموز اثرات سے ناواقف تھا۔ بلکہ میں سمجھتا تھا کہ ان کی زندگی کے حالات پر بہت جلد ایک مبسوط کتاب شائع ہو جائیگی اور ممکن ہوگا تو میں بھی اسی میں اپنی عقیدت کے پھول پیش کردوں گا۔ مگر مشیت ایزدی کے ماتحت ہر کام کے لئے ایک وقت ہے۔ آج (۲۳ رجولائی ۳۲ء) کو یکایک ایک واقعہ سُننے سے مجھے تحریک ہوئی کہ میں کم از کم کچھ تو ان کی پاکیزہ سیرۃ کے متعلق لکھدوں۔

حضرت حافظ صاحب سے میری شناسائی اور پھر شناسائی سے بڑھ کر بے تکلف اخوت و محبت کا سلسلہ قریباً اسی وقت سے ہوا جبکہ وہ قادیان تعلیم کی غرض سے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے حضور مجھے بعض کتابوں کے سبق میں اُن کے ساتھ شریک رہنے کی بھی سعادت حاصل رہی۔ اور پھر یہ تعلقات بڑھتے رہے۔ میں یہاں تفصیلی طور پر ان واقعات اور حالات کو نہیں لکھ رہا ہوں۔ بلکہ مجھے ان کی زندگی کے بعض واقعات کو پیش کرنا ہے جو ہمارے لئے خضرِ راہ ہو سکتے ہیں۔ اور یہ واقعات حیدرآباد کی سرزمین میں دفن ہو کر رہ جاتے۔ اگر حُسنِ اتفاق سے برادر محترم **سیٹھ عبداللہ بھائی** سلمہ اللہ تعالیٰ ذکر نہ کرتے۔

حضرت حافظ صاحب باوجود معذور ہونے کے بہت **مستعد** اور **عملی انسان** تھے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے سے کبھی عار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ دوسروں کے آرام و آسائش کے لئے بھی وہ کبھی جی نہیں چراتے تھے۔ ان کا بدن بھاری تھا اور نظر کمزور تھی۔ یہ دونوں چیزیں ان کی عملی زندگی میں کبھی کسی کام کے لئے خواہ وہ کیسی ہی محنت کا کیوں نہ ہو روک نہیں ہوا کرتی تھیں۔ مجھے بعض سفروں میں انکے ہمراہ رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور مینے دیکھا کہ وہ کسی سفر میں کسی دوسرے پر بوجھ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ دوسروں کا بوجھ بٹانے والے۔ اور جب **امیر سفر** ہوں تو اپنے رفقاء کے آرام و آسائش کو اُنھوں نے ہمیشہ مقدم کیا۔ وہ امارت کی ترنگ میں مست نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ٹھیک ٹھیک خادمانہ کیفیت ان کے عمل میں پائی جاتی تھی۔

یہاں جو واقعہ مجھے بیان کرنا ہے وہ **حیدرآباد** ہی سے متعلق ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے انھیں حیدرآباد ایک تبلیغی وفد میں شریک کرکے بھیجا۔ حیدرآباد میں جو کام اُنھوں نے اور اُن کے رفقاء کار نے کیا وہ حیدرآباد اور سلسلہ کی تاریخ کا ایک دلچسپ باب ہے۔

جب یہ وفد حیدرآباد آنے لگا تو مینے مکرمی مفتی محمد صادق صاحب کو خصوصیت سے نوٹ کرایا کہ وہ سکندرآباد میں مکرمی **سیٹھ عبداللہ صاحب** سے ملیں جن سے میں سب سے پہلے ۱۹۱۰ء میں ملا تھا۔ اس ملاقات کی تحریک بھی عجیب ہے۔ مگر میں اسے کسی دوسرے موقعہ پر ذکر کروں گا۔ پہلی مرتبہ مفتی صاحب سیٹھ صاحب سے ملنا بھول گئے۔ مگر دوسرے موقعہ پر **عبداللہ بھائی** سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اور سلسلہ کی تبلیغ ان کو کی گئی۔ ابتداءً سیٹھ صاحب خصوصیت سے متاثر نہ ہوئے اور قریب تھا کہ سلسلہ دعوت و تبلیغ ختم ہو جاتا۔ مگر میر بشارت احمد صاحب نے سیٹھ صاحب کو تحریک کی کہ ان کے مکان پر **قرآن مجید** کا درس ہو جایا کرے۔ اور یہ لوگ حیدرآباد سے آکر درس دیا کریں۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کرلی گئی اور سیٹھ صاحب نے آمد و رفت کے اخراجات بھی دینے منظور کرلئے۔ گو میر بشارت احمد صاحب نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اسطرح پر سیٹھ صاحب کے مکان پر **قرآن مجید** کے درس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس زمانہ میں جو آج سے سترہ اٹھارہ سال پیشتر کا زمانہ ہے حیدرآباد اور سکندرآباد کے درمیان آمد و رفت کی وہ سہولتیں نہ تھیں جو آج میسر ہیں۔ پُرانی وضع کے جھٹکے (جن کا یہ موزوں نام تھا۔ کیونکہ اس میں بیٹھ کر انسان جھٹکے ہی کھاتا تھا) چلتے تھے کوچبان ٹخ ٹخ کرتا ہوا بڑی دیر سے پہنچا کرتا تھا۔ حافظ صاحبؓ باقاعدہ آتے تھے اور درس دیتے تھے **گرمی کا** موسم تھا۔ اور وہ شہر میں **چوک اسپان** میں رہتے تھے۔ ایک روز انھیں کوئی سواری نہیں ملی وہ درس دینے کے لئے آنے میں **ناغہ** نہیں کرسکتے تھے۔ اسلئے وہ چوک اسپان سے سکندرآباد تک گرمی کے موسم میں پیدل تشریف لائے۔ یہ ظاہر ہے کہ ان کی اس **محنت** اور **ایفائے عہد** کے جذبہ کا اثر سیٹھ صاحب پر کیا ہوا ہوگا۔

سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ کے اس فدایانہ جوش نے سیٹھ صاحب کی زندگی میں ایک خارق عادت انقلاب انقلاب پیدا کردیا۔ اور خدا تعالیٰ نے انھیں توفیق دی کہ

وہ سلسلہ کی صداقت کو قبول کریں۔

بظاہر یہ معمولی واقعہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت حافظ صاحب کے وجود کو سامنے رکھکر غور کرو۔ وہ آنکھوں سے معذور اور اپنے بدن کی فربہی کے سبب سے اور بھی معذور۔ اس پر موسم گرما کی شدت۔ مگر وہ ان ساری باتوں کو دیکھتے ہوئے اپنے آرام کو قربان کرتے ہیں۔ اور اس مشقت کی ذرا بھی پروا نہ کرکے وقت مقررہ پر پہنچنے کے لئے پیدل چل کھڑے ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حافظ صاحبؓ کے اندر روح صداقت اور اشاعت حق کا جوش ایک ایسے رنگ میں کام کر رہا تھا کہ جب تک کوئی شخص کامل معرفت اور بصیرت کے ساتھ حق کو نہ صرف شناخت کرے بلکہ اس حق کے متعلق اپنے فرائض کا صحیح احساس پیدا کرے یہ روح عمل پیدا نہیں ہوتی۔

جو لوگ حافظ صاحب کو جانتے ہیں۔ اور جنھوں نے ان کے ساتھ ملکر کام کیا ہے۔ یا ان کی صحبت میں رہنے کا کسی رنگ میں ان کو موقع ملا ہے۔ وہ اس بات کا اعتراف کرینگے کہ حضرت حافظ صاحبؓ

اپنی ذمہ داری کا کامل احساس رکھتے تھے

وہ اپنے آپ کو تمام امور کا ذمہ دار یقین کرتے تھے۔ اور یہی وہ روح تھی جس نے ان کو تھوڑی سی زندگی میں حیرت انگیز کام کرنے کی توفیق ملی۔

حافظ صاحبؓ باوجود ایک بحر العلوم ہونے کے اپنے نفس کی فضیلت اور برتری کے کبھی خواہشمند نہ تھے۔ اور وہ کسی امتیاز کے طلب گار نہ تھے۔ وہ کام کرنا چاہتے تھے۔ کام کرنا جانتے تھے۔ اپنے آرام کو قربان کردینا انھیں آسان ہی نہیں نظر آتا تھا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ

اُنھوں نے دنیوی آرام کو کبھی محسوس ہی نہیں کیا

وہ تبلیغ و اشاعت سلسلہ کے کام اور خیال کے بغیر کوئی وقت گذار ہی نہیں سکتے تھے۔ انھیں یہی تڑپ اور جوش تھا کہ کسی طرح خدا تعالے

لہ آج ۲۸ - ۲۹ سال

کے قائم کردہ سلسلہ کو آفاق میں پھیلائیں۔ اور جن علوم سے خدا تعالیٰ نے ان کو بہرہ وافر بخشا ہے اس سے دوسروں کو بہرہ مند کریں۔

اسی حیدر آباد کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب کو یہاں کے ایک بے نظیر مخلص اور فدائے سلسلہ بزرگ نے ایک سو روپیہ بطور نذر یا ہدیہ دیا۔ حضرت حافظ صاحب دوسرے لوگوں کی طرح اپنی ضروریات رکھتے۔ اور میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ جو کچھ انھیں ملتا تھا۔ وہ ان کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہوتا تھا۔ مگر ان کی **قناعت اور خودداری** قابل تقلید ہے۔ وہ کبھی اپنی حاجت کو کسی کے سامنے پیش نہ کرتے تھے۔ غرض وہ ایک سو روپیہ ان کو دیا گیا۔ ان کی ذات کے لئے دیا گیا۔ اور کسی کو علم بھی شاید نہ تھا۔ بلکہ شاید نہ ہوتا کہ ان کی خدمت کی گئی ہے۔ مگر حضرت حافظ صاحب نے قادیان پہنچتے ہی وہ رقم **بیت المال** میں داخل کر دی اور کہا کہ میں اسے اپنا کوئی حق نہیں سمجھتا۔ اور فرمایا کہ حدیث میں ایک عامل کا واقعہ آیا ہے۔ اس قسم کے ہدیہ کو بیت المال میں داخل ہونا چاہیئے۔

یہ بات بھی بظاہر معمولی نظر آتی ہے۔ مگر اس میں حضرت حافظ صاحب کے استغنا اور تقوے کی باریک سے باریک راہوں پر گامزن ہونے کی فطرت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے کا جوش نمایاں ہے۔ میں کم از کم نہیں جانتا کہ کتنے لوگ ہیں جو اس پوزیشن اور حیثیت میں ملے ہوئے ہدایا اور تحائف کو لا کر بیت المال میں داخل کر دیتے ہیں۔

حضرت حافظ صاحب کی **سیر چشمی اور فیاضی فطرت** پر بہت کچھ لکھا جائے گا۔ اور انشاء اللہ میں بھی لکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ سر دست میں ان دونوں واقعات کو اسلئے لکھ رہا ہوں کہ ہمارے اندر تبلیغ و اشاعت کے لئے یہی جذبہ اور قربانی کی روح پیدا ہو۔ اور دنیا کے اموال ہماری نظر میں اس حد تک پیارے ہوں کہ وہ سلسلہ کی خدمت کا ایک ذریعہ اور ہمکو سلسلہ کی خدمت کے قابل بنانے کا ایک باعث ہو سکیں۔ اس سے زیادہ ہمارے لئے ان میں کچھ بھی جذب اور دلکشی نہ ہو۔ آمین۔

(خادم:- عرفانی ۲۲/۷/۳۲)

آج کا تاریخی دن

یوں تو ہر دن جو ہم پر طلوع ہوتا ہے۔ خود ہماری زندگی میں اور ہمارے ملک اور دنیا کی تاریخ میں ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اور قرآن مجید نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کل یوم ہو فی شان لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ **بعض ایام** قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں قوموں کی زندگی اور موت کا راز اس دن کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ

زندہ قومیں اس دن کی یاد تازہ رکھتی ہیں۔!

انبیاء علیہم السلام کی جماعتوں میں بعض ایام ایک خاص شان اور اہمیت رکھا کرتے ہیں۔ اور اس خصوص سے سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ آج ۱۴ مارچ کا دن ہے۔ اور یہ دن سلسلہ کی تاریخ میں بہت **بڑی اہمیت** رکھتا ہے اس لئے کہ اسی تاریخ سے سلسلہ کی تاریخ کا ایک نہایت **شاندار** باب شروع ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی بہت سی بشارتوں کا آج سے ۲۰ سال پیشتر (۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء) ظہور ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متعدد پیشگوئیاں پوری ہوئیں **حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی تھی۔** اور آپ کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ جماعت کے بعض عمائد نے خلافت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس نعمت کو جو اسلام کی زندگی اور مسلمانوں کی **فلاح** کا حقیقی ذریعہ ہے رد کر دینے کا عزم کر لیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے

اپنی قدرت نمائی کی چمکار دکھائی

اور اس خوف و ہراس کے وقت جبکہ دشمن جماعت کی (نعوذ باللہ) تباہی کی پیشگوئیاں کر رہے تھے اپنے وعدہ کے موافق سکینت نازل کی اور جیسا کہ اس نے پہلے سے فرمایا تھا

ڈرو مت مومنو!

ایک ایسی قوت جماعت کو عطا فرمائی کہ انھوں نے پورے **استقلال اور ثبات قدم** سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کے موافق اس **حبل اللہ** کو مضبوط پکڑ لیا۔

جو اس وقت

خلیفہ ثانی کے رنگ میں نمودار ہوئی

گذشتہ بیس سال پہلے کے واقعات پر غور کرو کہ جماعت میں کس طرح تفرقہ پیدا ہوا۔ اور جن لوگوں نے غدر کیا وہ اس وقت انتظامی مشین (صدر انجمن احمدیہ) کے حکمران اور سلسلہ کے تمام کام ان کے ہاتھ میں تھے اور انھیں یقین تھا کہ ساری جماعت ان کے ساتھ ہوگی مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فعل سے بتا دیا کہ

انھوں نے اپنی تجویزوں کا غلط اندازہ کیا۔

بہر حال آج سے ۲۰ سال پیشتر جو اختلاف ہوا اسکی داستان نہایت ہی دلخراش ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جماعت میں اسی دن سے ایک **نئی زندگی** اور نئی روح پیدا ہو گئی۔ جب ہم گذشتہ بیس سال کے واقعات پر نظر کرتے ہیں تو

بے اختیار خدا تعالیٰ کے حضور ہمارا سر جھک جاتا ہے

وہ سلسلہ جس کی موت اور خاتمہ کے لئے دشمن منتظر تھا۔ اور وہ اسی اختلاف سے یقین کر چکا تھا۔ کہ آخری وقت آ پہنچا) ہندوستان سے نکل کر **آفاق** میں پہنچ گیا۔ آج ہم دنیا کے **نقشہ** پر نظر کرتے ہیں۔ تو دنیا کا کوئی ملک اور کوئی قوم ہمیں نظر آتی جس میں

احمدیت کا علم نہ لہراتا ہو

اس کا نظام اس قدر مضبوط ہو گیا ہے۔ کہ دنیا کی کوئی قوم منفرداً یا مجتمعاً اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور یہ سب کچھ **اسی ہاتھ** پر ہوا۔ جس کو اس وقت اندر اور باہر کے مخالفین نے نہایت کمزور سمجھا تھا۔ وہ اس کی عمر اور اس کے **علمی** علم سے غلط اندازہ کرتے تھے کہ وہ اس قدر **مہتمم بالشان** کام کو نہ چلا سکے گا۔ لیکن انھیں معلوم نہ تھا کہ وہ علیم حکیم

خدا کی قدرت نمائی کا ایک نشان ہے

جس نے اس کی پیدائش سے بھی پہلے بتایا تھا کہ

وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا

اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اس بیس سال کے عرصہ میں اسکی **اولوالعزمی** کا ظہور کس شان میں ہوا ہے۔ غرض ۱۴ مارچ کا دن **احمدی جماعت** کے لئے ایک **تاریخی دن** ہے۔ اور میں اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اس قسم کے ایام کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ہمیں آئندہ خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔

ہم دنیا داروں کی جماعتوں کی طرح اپنی جماعت میں نشہ آور چیزوں کی طرح کوئی چیز اس قسم کے ایام سے پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ مومن ایسے ایام کی یاد سے اپنے ایمان میں ایک نئی **قوت** اور زندگی پاتا ہے۔ **اسلام** کی بقا اور زندگی اور مسلمانوں کی **فلاح اور رستگاری**

خلافت ہی کے استحکام پر موقوف ہے

اسی کے ذریعہ سے ان میں مذہب کی روح اور حقیقت باقی رہ سکتی ہے۔ یہی ان کے شیرازہ کو مضبوط اور ان کی تنظیم کو قائم رکھ سکتی ہے۔ لیکن اس سے وہ **خلافت** مراد نہیں جو سیاسی مقاصد اور حکومتوں کے اغراض کے لئے ہو۔ جس کا عزل مصطفیٰ کمال اور اس کی پارٹی نے کر دیا۔ یہ وہ **خلافت** ہے جسے **خلافت راشدہ** موعودہ کہتے ہیں۔

خدا خود خلیفہ بناتا ہے

اور اس کو قوت و تمکین دیتا ہے۔ وہ خدا پرستی کی روح کو پیدا کرتا ہے۔ اور **خوف** کو **امن** سے بدل دیتا ہے۔ آج اسی خلافت حقہ راشدہ کا یگانہ مستحق وہ **اولوالعزم** ہے۔ جو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین ہے

اس وعدہ کے موافق جو خدا نے حضرت مسیح موعودؑ سے کیا تھا۔ پس ضرورت ہے کہ ہم کامل اخلاص اور پوری عقیدت کے ساتھ

اس کی فرمانبرداری کریں

اور اس روح کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ

۱۴ مارچ کا دن

یوم خلافت

کی حیثیت سے منایا جائے۔ اور اس روز **استحکام خلافت** کے لئے فنڈز جمع کئے جاویں۔ اور حقیقت خلافت پر جلسے کر کے تقریریں کریں۔

میں کہتا ہوں کہ احباب اگلے سال کے لئے اس تحریک پر غور کریں گے۔

(عرفانی)

مکتوبات صادقی

حقیقت ابتلاء

سلسلہ مکتوبات صادقی میں جو مکتوب آج درج کر رہا ہوں۔ یہ نہایت قیمتی اور قابل غور ہے۔ ہر انسان پر کوئی نہ کوئی ابتلا آ جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ ابتلاؤں میں ایسا گھر جاتا ہے کہ ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ حضرت مخدوم الملۃ نے اس میں فلسفہ ابتلاء بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ان کی معرفت اور بصیرت کیسی وسیع ہو چکی تھی۔ اور ان کے قلب میں کیا اطمینان اور سکینت تھی۔ احباب اس مکتوب کو بار بار پڑھیں۔ اور مرحوم کے ترقی مدارج کے لئے دعاء کریں۔ (عرفانی)

قادیان ۲۲ ستمبر ۱۹۰۱ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مفصل ملفوف پہنچا۔ جزاک اللہ۔ اور شیخ مولا بخش صاحب کے فرزند اور بیوی کی صحت یابی سے اس قدر خوشی ہوئی کہ بار بار رکوع سجود اور قیام میں باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جس نے اضطرار کی دعاؤں کو سن کر مجیب المضطر ہونے کا ثبوت دیا۔ آج رات میں بیخوابی کے سبب سے بہت بیتاب رہا۔ صبح اٹھا تو اندر اندر ایک سرور اور کیفیت محسوس کرتا تھا۔ آخر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس خوشخبری کا اثر ہے جو اندر سرایت کر گئی ہے۔ اور بے اختیار دل کو مسرور کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمارے عزیز بھائی کو ابتلاء سے بچا لیا۔

میر صاحب! ابتلاء ایک میدان ہے۔ مرد آزما بڑے بڑے مردان کاری جو آسائش کے وقت دعووں سے گردن کی رگیں پھلاتے ہیں۔ اس میں پاؤں رکھتے ہی پھسل جاتے ہیں۔

آہ

فدائے کسے کہ در شدت درخار دور عسر یسر با آن
جان جان در سازد و در ہر حال نرد سازگاری
باد بباز د۔

حقیقت میں اپنی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ابتلاؤں کے آئینہ میں منہ دیکھنے کے سوا اور کوئی راہ نہیں۔ اسلام کی اصل غایت ہی یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر سے مسلم کی جائے۔ الوہیت کا جوڑ عبودیت ہے۔ کبھی ہو سکتا ہی نہیں جب تک یہ آشتی درمیاں نہ ہو۔ اس صلح کا پورا نمونہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں دونوں میں یکساں الحمد للہ کہہ کر کھلا کھلا ثبوت دیا ہے آپ کو اپنے رب کریم کے قضاء و قدرت کس قدر صلح ہو دنیا کی کسی کتاب میں ایسی صلح کی نظیر نہیں ملی گی۔ جو کتاب اللہ میں الحمد للہ کے توسط سے ظاہر کی گئی ہے۔ چھ بلکہ سات نمازوں میں ہر رکعت کا افتتاح الحمد للہ سے کرنا تیا یا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے حوادث اور نوازل کو ہر چہ از دوست میرسد نیکو است کے رنگ میں دیکھا ہے مکی زندگی جو تلخ ترین مصائب سے لبریز ہے۔ اور پھر مدنی زندگی جو فوق العادت کامیابیوں اور ظفرتوں کا عجائب خانہ ہے۔ دونوں زندگیاں اسی ایک عالم سے سرشار ہو کر صاف دکھاتی ہیں۔ کہ نہ مصیبتوں نے آپ کے دل پر کوئی بڑا اثر ڈالا۔ اور نہ کامیابی اور فتح کی شادمانی نے آپ کو از خود رفتہ کیا۔ ہر حال میں ایک ہی آواز ہے جو آپ کے اندر سے نکلتی ہے۔

اللہ اللہ! کس قدر معرفت رب جلیل کی اور اس کے صفات کی آپ کو ہے۔ جو اس عالم میں اپنا کام کر رہی ہے اس قدر سالمت اور مصالحت خدا میں پیوست ہو جانے کے سوا ممکن نہیں۔ رات دن میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایک نماز آ جاتی ہے۔ ان فترون میں ممکن ہے کہ نمازی کسی حادثہ کا آماجگاہ ہو۔ ممکن ہے کہ اس کا اکلوتا بیٹا مر گیا ہو۔ جس کی آئندہ نشو و نما اس کی جال پرور امیدیں منحصر تھیں۔ ممکن ہے کہ ان کے سارے اندوختہ کو چور لے گئے ہوں۔ غرض سخت سے سخت حادثے واقع ہوں۔ جو جہاں کو اس کی آنکھوں میں تیرہ و تار کر دیتے ہیں۔ مگر معاً نماز میں کھڑے ہوتے ہی پہلا کلمہ جو اس کے منہ سے نکلے گا الحمد للہ ہوگا۔ یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہر قسم کی حمد کا حقدار ہے۔ اسلئے کہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ہے۔

یہ تعلیم جو اسلام کی ابتدائی تعلیم ہے۔ اور جو درحقیقت کل سالکان راہ حق کی آخری اور انتہائی معراج ہے یہ تعلیم تمام اخلاق فاضلہ کی جامع ہے۔ اسی مقام پر پہنچ کر انسان انبیاء کا پورا نمونہ بنتا ہے۔ ایک مصیبت زدہ شخص جو ابھی کسی تازہ رنج میں گرفتار ہوا ہے۔ اور معاً نماز میں کھڑا ہو کر الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین کہنا پڑا ہے۔ اگر اس کی زبان اس کے دل کے موافق نہیں۔ تو کسی قدر اس کے لئے شرمندگی کا مقام ہے۔

بلکہ ہو سکتا ہے اور نہایت قریب ہے کہ وہ منافقوں میں لکھا جائے۔ دل تو اس کا آسمان و زمین کے حکیم و قادر کو ظالم کہہ رہا ہے کہ اس کی تقدیر کی تیز تلوار نے اس کے پارہ جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور زبان خوش آوازی سے پڑھ رہی ہے الحمد للہ رب العلمین الخ غرض یہ پاک تعلیم جو اسلام کی یگانہ خصوصیت اور مایہ ناز تعلیم ہے۔ ورے ٹھیرتی ہی نہیں جب تک نمازی کو سچا اور یک رنگ مومن نہ بنا دے۔

اس دار الکدورت تلاش اطمینان میں کسی نے کسی چیز سے پنجہ مارا ہے۔ کسی نے کسی شے سے۔ بڑے بڑے فلاسفروں نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور وہ باتیں زور طبع سے بنائی ہیں جن پر جھک جانے سے خوش حالی حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر عبث اور بے سود۔ بعضیرے ان راندہ لوگوں میں ایسے ہوئے ہیں۔ جو بڑی تلخ کامی کے ساتھ اس دنیا سے اٹھے۔ بعضوں نے خودکشی کا کڑوا پیالہ پیا۔ اور بہتوں کی زندگی کے مختلف لمحے اضطراب اور جزع فزع سے معمور نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں ایک ہی چیز ہے۔ جو زندگی کے تجدد ار۔ دم برزمیں پوری استقامت اور سکینت اور طمانیت بخش سکتی ہے۔ اور وہ ہے خدا تعالیٰ اور اس کی صفات پر کامل اور لذیذ ایمان اور اسی ایمان اور عرفان آمیز کا عملی اظہار ہے

الحمد للہ رب العلمین

قرآن کریم میں اس آیت سے واخر دعوٰیھم ان الحمد للہ رب العلمین سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت میں یعنی اس سرور عالم میں جہاں ساری کدورتیں اور تلخیاں صاف اور ختم ہو جائیں گی۔ اور سچی راحتوں کے خوشنما چہرے بے حجاب نظر آئینگے۔ بہشتی جوش سے آخری آوازیں نکالیں گے

الحمد للہ رب العلمین

چونکہ اس دنیا میں اشتباہ اور التباس کے سبب سے مجازی اور بے حقیقت محمود بن کر خدا تعالیٰ کے یگانہ استحقاق ... میں شریک ٹھیر جاتی ہے۔ اور ربوبیت اور رحیمیت اور رحمانیت کا بہت تھوڑا ذخیرہ جو ابتلائے رنگ میں ان کو مرحمت کیا گیا ہے۔ ایک کوتاہ نظر کو اس کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ کہ نظام عالم میں ان آلات اور ادوات کو کچھ دخل ہے۔ اس لئے ہر شخص کو اس غبار آمیز اسلئے ہر شخص اس غبار آمیز جہان میں ایسی صاف آنکھ نہیں مل سکتی۔ جو ان سارے کثیف اور تو بر تو حجابوں کو چیر کر دیکھ لے۔ مگر اس عالم میں جبکہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار کی اغیار کو جلا دینے والی بجلی اپنی تجلی دکھائے گی۔ اور مطلع شرکا کے گرد و غبار سے صاف نظر آ جائے گا۔ تب ساری حمدوں کا حقیقی مرا اور آشکار طور پر وہ واحد نظر آئے گا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بالغ نظر اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ آپنے اس دار الکدورۃ اور پر عجائب عالم میں باری تعالیٰ عز اسمہ کی وہ ساری حمدیں کی ہیں۔ جو انتہا منازل طے کرنے اور چشم معرفت کے وا ہونے کے بعد بہشت میں بہشتیوں کی زبان سے نکلیں گی۔

اللھم صل علیہ وبارک وسلم

غرض یہ تمام مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے یہ تعلیم جو دعا کے رنگ میں سکھائی گئی ہے۔ انجیل میں ہے اور نہ کسی کتاب میں ہے۔ مادہ پرست یا مردار پرست نصرانیوں نے بے فائدہ کوشش کی ہے کہ اس لایعنی اور پوچ دعا کو جو روز کی روٹی مانگنے کی دعا ہے۔ اس کے مقابل میں لائیں۔ اگر وہ اس نکتہ معرفت کو پہنچ جاتے۔ جو اس دعا میں ہے۔ تو اس مقابلہ میں اپنی ذلت اور شرمساری کے آپ ہی گواہ ٹھیرتے۔

افسوس تو ان پر جو نماز کی عادت نہیں رکھتے جس میں الٰہی دعا کی روزانہ مشق ہے۔ جو اس جہاں میں سچی خوشحالی حاصل کرنے کا یگانہ وسیلہ ہے۔ اور پھر افسوس اُن پر جو رسمی نمازیں برسوں سے مصروف ہیں۔ مگر ہنوز اس دعا کی حقیقت تک نہیں پہونچے کہ وہ ہر روز باری تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہو کر منہ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ جس سے ان کے دلوں کو ذرا بھی اتفاق نہیں وہ کبھی پروا نہیں کرتے کہ نفاق کا زنگ ان کے دل کی ساری سطح پر محیط ہو گیا ہے۔ قریب ہے کہ مسلول کے شش کی طرح ایک ہی دو انگل سڑ کر فنا ہو جاوے۔ اس دعا کے وسیلہ سے مسلمان زمین پر اسی طرح بسر کر سکتے ہیں۔ جس طرح فرشتے آسمان پر۔ یہی دعا ہے جس کی پاک تاثیر سے شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پی سکتے ہیں۔ اور بالآخر یہی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ کے دربار میں شرفیاب ہونے کے قابل بنا سکتی ہے مبارک ان مصلیوں کو جنھوں نے اس دعا کے گر کو خوب سمجھا۔

میری طرف سے آپ شیخ صاحب کو مبارک دیں۔ اور تاکید کریں کہ بہت سا وقت استغفار اور لاحول پڑھنے میں بسر کیا کریں۔

لاحول تسلیم اور توکل اور رضا بالقضا کے اظہار اور حصول کا کامل نسخہ اور ذریعہ ہے۔ ہمارے سردار فاروق صلوات اللہ علیہ جہاں اپنے فوجی افسروں کو احکام اور فرامین بھیجا کرتے تھے تو ساتھ ہی یہ بھی کہا کرتے تھے اکثروا من قول لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم

طبری کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کارزار کے مختلف اور خطرناک موقعوں میں افواج اسلامی نے اس نسخہ کو بہت مفید پایا۔

بے جا ہنسی اور فضول باتیں جو ابنائے دنیا کے نزدیک آج محفلوں کی زیب و زینت اور زندہ دلی یا مردہ دلی کا ثبوت ہیں یک قلم ترک کر دیں۔ شیخصاحب خصوصاً اور ہمارے سب دوست عموماً اس طرف ہمت کو مصروف کر دیں کہ امن و عافیت کے وقتوں میں خدا تعالیٰ کی خوف و خشیت کی وہ گدگدی دلوں میں محسوس ہو۔ جو ان ایام میں ہیضہ کی محسوس ہو رہی ہے۔ جب گستاخی اور خیرگی دلوں کی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ اور دل ہنسی اور استہزا سے لبالب ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کے خوف سے کپکپی اٹھ جاتی ہے تب غیرت الٰہیہ اشتعال میں آتی اور الوہیت اپنی ہستی کا یوں مزا لیتی ہے۔

میں نے سنا ہے کہ سیالکوٹ کے بازاروں کی ان دکانوں پر جہاں ناخدا ترس بے باک آدمی آدھی آدھی رات تک مجمع لگا کر بیٹھتے اور ناپاک یا فضول باتیں کرتے تھے آج ان قلانشوں میں سے ایک بھی متنفس نظر نہیں آتا۔

کاش! امن کے ایام میں یہی خوف دلوں میں جاگزیں رہے، یاد رکھو کہ یہ خدا تعالیٰ کا اٹل قانون قدرت ہے کہ امن میں ڈرنے والوں۔ عین عافیت اور راحت میں خشوع اور خضوع کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔ اور ان کی جان و مال کی بڑی پروا کرتا ہے۔ ورنہ جب قضا و قدر نازل ہو جاتے تو پھر ہزار دعائیں کرو۔ وہ اپنا کام کر کے ہی رہتی ہے

خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو دعا مانگنے کی انگل سکھا دے اور اس کی لذت سے ان کے دلوں کو مسرور کر دے۔ انکے دلوں میں وہ خوف و خشیت ہو کہ آسمان گواہی دے اُٹھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام زمین کے فرشتے اور نور ہیں۔ والسلام

عاجز عبد الکریم سیالکوٹی از قادیان
۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۰۰ء سات بجے دن کے

عذر تقصیر

میں نہایت ندامت کے ساتھ خواستگار معافی ہوں کہ حضرت ثاقب صاحب کی نظم میں بعض غلطیاں رہ گئیں۔ تیسرے شعر کے پہلے مصرع میں "کہ" زائد کر دیا گیا ہے۔ اصل شعر یوں ہے

سنتے تھے اور جھومتے تھے اور فرماتے تھے ہاں
پھر کہو یہ شعر تو اے بزم احمد کے شریک

آٹھویں شعر میں "سنکر" کا لفظ دوسرے مصرع میں رہ گیا۔ اصل یوں ہے،

فیض تھا روح القدس کا گفتگوئے پاک میں
نیک ہو جاتے تھے سُن کر صحبت بد کے شریک

(عرفانی)

رباعیات حسن

دارالامان کی صبح

ہنگامہ خیز مانا کہ ہے کارواں کی صبح
جاں بخش فصل گل میں ہے گو بوستاں کی صبح
انوار حق برستے جو ہوں دیکھنے تجھے
آ دیکھ! قادیان میں دارالاماں کی صبح

(۲)

"الحکم" جو مدتوں سے رُخ پہ ڈالے تھا نقاب
رونما آخر ہوا محفل میں با صد آب و تاب
بڑھ کے "عرفانی" کا عرفاں جی اُٹھا ہر مردہ دل
بول اُٹھا ہر زندہ دل یالیتنی کنتُ تراب"

(حسن رہتاسی)

مظلومین کشمیر اور قربانی کی کھالیں

چندہ کشمیر کی آمد گذشتہ دو تین ماہ سے اس قدر کم ہو رہی ہے، کہ ماہواری معمولی اخراجات کا پورا ہونا بھی مشکل ہو رہا ہے اور بجائے سابقہ قرضہ میں کچھ ادا ہونے کے قرضہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ ادھر کشمیر کا کام حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز زیادہ زور سے فرما رہے ہیں۔ اسلئے یہ امر احباب کرام کی خاص توجہ کا محتاج ہو رہا ہے۔ پس اس اعلان کے ذریعہ احمدیہ جماعتوں سے نہ صرف چندہ کشمیر احمدیہ احباب سے مزید توجہ اور باقاعدہ وصولی کرنے کے لئے عرض کی جاتی ہے۔ بلکہ یہ بھی کہ احباب کرام اپنے حلقہ میں دوسرے مسلمانوں سے بھی چندہ کشمیر وصول فرمائیں۔ نیز عید الاضحی کی مبارک تقریب قریب آ رہی ہے۔ چاہیئے احباب دوسرے مسلمانوں سے قربانی کی کھالیں بھی وصول فرمائیں۔ کیونکہ اہل کشمیر کی مدد کے لئے قربانی کی کھالیں خرچ کرنا بہترین مصرف ہے۔

پس احباب جہاں مسلمانوں سے چندہ کشمیر وصول فرمائیں وہاں قربانی کی کھالیں بھی لینے کی سعی فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار برکت علی خان
فنانشل سکرٹری کشمیر ریلیف فنڈ قادیان

جنازہ غائب کی درخواست

چودھری عبد الحی خان صاحب پوسٹ ماسٹر فیروزپور و رئیس کاٹھگڑھ سلسلہ کے مخلص اور ممتاز افراد میں سے ہیں۔ آپ کا خاندان سلسلہ احمدیہ میں سابقون الاولون کا درجہ رکھتا ہے۔ ۲۵، ۲۶ فروری کی درمیانی رات کو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ مرحومہ ۱۹۰۴ء سے سلسلہ میں داخل تھیں وہ نہایت نیک۔ صابر اور متقیہ بزرگ تھیں۔ سلسلہ کے کاموں میں پوری دلچسپی لیتی تھیں۔ ان کی نیکی اور دینداری کا ایک خاص اثر تھا۔

چودھری صاحب اور اُن کے خاندان کے ساتھ اس حادثہ میں ہر ایک احمدی کو ہمدردی ہے۔ چودھری صاحب چاہتے ہیں کہ

احباب ان کی والدہ محترمہ کا جنازہ غائب پڑھ کر مرحومہ کے لئے خاص دعا مغفرت و ترقی مدارج کریں۔

میں امید کرتا ہوں کہ ہر جگہ مرحومہ کے لئے جنازہ غائب پڑھا جاوے گا (عرفانی)

کیا آپنے الحکم کی توسیع اشاعت کا کام شروع کر دیا؟

مکتوبات احمدیہ

حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کے نام

مخدومی مکرمی اخویم منشی احمد جان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ہذا آنمخدوم کے دونوں عنایت نامہ مع اشتہار پہنچ گئے جزاکم اللہ احسن الجزاء خداوند کریم آپ صاحبوں کی کوشش میں برکت ڈالے اور آپکو وہ اجر بخشے جو آپ کے خیال سے باہر ہو۔ آں مخدوم نے جو کچھ اس عاجز کی اپنی نسبت لکھا ہے وہ عاجز کے دل میں ہے۔ مشت خاک کی کیا حقیقت ہے کہ کچھ دعوےٰ کرے۔ یا زبان پر لاوے۔ لیکن اگر خداوند کریم نے چاہا اور توفیق بخشی تو حضرت احدیت میں عاجزانہ دعا کروں گا۔ آپ اپنے کام میں جہاں تک ممکن ہو سرگرمی سے متوجہ ہوں۔ کیونکہ ایسی محبت مستحق ہوتی ہے۔ اور حصہ چہارم کے صفحہ ۵۱۹ میں ایک الہام یہ ہے منّ ربکم علیکم واحسن الی احبائکم یہ الہام اگرچہ بصورت ماضی ہے لیکن اس سے استقبال مراد ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ خداتعالیٰ تم پر احسان کرے گا اور تمہارے دوستوں سے نیکی کریگا اور پھر حصہ سوم صفحہ ۲۴۲ میں الہام ہوا وبشر الذین امنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم اس کے بھی اسجگہ یہی معنی ہیں کہ جو لوگ ارادت سے رجوع کرتے ہیں ان کا عمل مقبول ہے اور ان کے لئے قدم صدق ہے۔ پھر صفحہ ۲۴۲ میں ایک الہام ہے۔ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء یعنی تیری مدد وہ کرینگے جن کے دلوں میں ہم آپ ڈالیں گے۔

سو ان سب الہامات سے خوشنودی حضرت احدیت کی نسبت سمجھی جاتی ہے۔ جن کو خدا نے اسطرف رجوع بخشا ہے اس سے زیادہ ذریعہ حصول سعادت اور کوئی نہیں کہ جو مرضی مولا ہے اسی کے موافق کام کیا جائے اور مولا کریم کی ایک نظر عنایت انسان کے لئے کافی ہے۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ جو اخوان مومنین اس بات کی توفیق دئیے گئے ہیں۔ جو انھوں نے صدق دل سے اس حقیر عباد کا انصار ہونا قبول کیا ان کے لئے حضرت احدیت کے بڑے بڑے اجر ہیں اور میں اجمالی طور پر ان کو عجیب نور سے منور دیکھتا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ نہایت سعید ہیں اور دنیا کی روشنی ہیں۔

ایک الہام حصہ چہارم کے صفحہ ۵۵۶ کی آخری سطر میں درج ہے اور وہ یہ ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ

یہ الہام اس کثرت سے بار بار ہوا تھا جس کی تعداد خدا ہی کو معلوم ہے۔ اس میں انواع اقسام کا وعدہ ہے۔

غرض کریم میزبان جب کسی کو اپنی طرف بلاتا ہے کہ جب اس کے طعام کا تناول پسند کرلیتا ہے۔ اور وہی لوگ اس کے خوان نعمت پر بلائے جاتے ہیں جن کو اس عالم الغیب نے اپنی نظر عنایت سے چن لیا ہے۔

سو جن کو اس نے پسند کرلیا ہے ان کو وہ رد نہیں کرے گا۔ اور ان کے خطیات کو معاف فرمائے گا۔ اور ان پر راضی ہوگا۔ کیونکہ وہ کریم ورحیم اور بڑا وفادار اور نہایت ہی محسن مولیٰ ہے

فسبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم

(۶ مارچ ۱۸۸۴ء

مطابق ۷ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ)

الحکم کے خاص نمبر کا

پہلا خریدار

میں ۲۶ مئی ۱۹۳۴ء کو جو پرچہ الحکم شائع کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی اہمیت کا ابھی دوستوں کو اندازہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب وہ اس اخبار کی فہرست مضامین پڑھینگے تو وہ سمجھیں گے کہ یہ ایک بہترین ہدیہ ہے۔ جو ہم اپنے غیر احمدی دوستوں کو دے سکتے ہیں پانچہزار کی تعداد بہت بڑی تعداد نہیں وہ الحکم کے چالیس صفحہ نمبر شائع ہوگا۔ جس طرح پر

بارش کا پہلا قطرہ

سب سے بڑی قربانی کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔ اسیطرح اس تحریک میں اب تک سکون تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سکون میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور سب سے پہلی آواز

بھاگلپور سے آئی ہے

جو الحکم کے ہمیشہ معاون مولوی اختر علی صاحب پنشنر کی ہے۔ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ مولوی اختر علی صاحب کن حالات میں سے گذر رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے خدا کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ السلام کا نام بلند کرنے کے لئے بہت بڑی قربانی کی ہے اور

ایک سو پرچوں کا آرڈر بھیجدیا ہے

جزاھم اللہ احسن الجزا

اب ۴۹ دوستوں یا انجمنوں کی طرف سے میں تعاون کا منتظر ہوں۔ اور مارچ میں یہ تعداد پوری ہوجاوے۔ ایک سو پرچوں کی قیمت ۱۲ ہوگی۔ ایک پرچہ کی قیمت ۲

خاص نمبر کا دوسرا خریدار

ابھی تک خاص نمبر کے خریداروں کی رفتار بے انتہا سست ہے اور اگر مارچ میں یہ تعداد پوری نہ ہوئی تو میں مجبوراً اس ارادہ کو ترک کردوں گا۔ اور اسکی ذمہ داری احباب پر ہوگی کہ انھوں نے ایک بہترین کوشش تبلیغ میں غفلت کی خاص نمبر کی سب سے پہلی درخواست مخدومی اختر علی صاحب پنشنر بھاگلپوری کی ہے۔ دوسری درخواست مولوی عبدالواحد صاحب مبلغ کشمیر کی ہے۔ میں جانتا ہوں مالی حیثیت سے وہ ایک غریب ہیں۔ مگر سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ اور حضرت کے ذکر کو بلند کرنے کے لئے ان کے پہلو میں

دولت مند دل ہے

انھوں نے ایک سو پرچوں کی اپنی ذات سے درخواست بھیجی ہے جزاھم اللہ احسن الجزا

مجھے اور

۴۸ عبدالواحد مطلوب ہیں

آگے بڑھو!

(عرفانی)

زلزلہ کی پیشگوئی

کی صداقت پر ایک والئی ریاست کی شہادت

"جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا"
"نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے"

حال کے نمونہ قیامت زلزلہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک جامع اور مبسوط ٹریکٹ لکھدیا ہے۔ الحکم کے دور جدید میں اس کا موضوع ومقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے کارناموں اور آپکے شمائل واخلاق اور وجود ہی کو آپ کی صداقت کے لئے پیش کرنا ہے۔ اسلئے میں **واقعات حاضرہ** پر کچھ لکھتا نہیں ہوں اور نہ منکرین اور مخالفین سلسلہ کی ژاژ خائی کی پروا کرتا ہوں۔ کہ الحکم کے دور قدیم میں ان مرحلوں سے بحمد اللہ کامیابی سے گذر گیا ہوں۔ اسوقت زلزلہ کی تازہ پیشگوئی کے سلسلہ میں مجھے **ایک والی ریاست** کی ایک **شہادت حقہ** کو محفوظ کرنا مقصود ہے۔ اور میری مراد اس واجب الاحترام ہستی سے **عالی جناب مہاراجہ صاحب کپورتھلہ** ہیں۔

۱۹۰۵ء کا جب تباہ کن زلزلہ آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی زلزلہ کے رنگ میں پہلی مرتبہ پوری ہوئی۔ تو جاپان سے ایک ماہر **طبقات الارض** اور ماہر خصوصی **زلزلہ** آیا۔ اس کا نام پروفیسر **اموری** تھا۔ چونکہ مہاراجہ صاحب کپورتھلہ بہت بڑے سیاح اور مہمان نواز اور اپنے دوستوں کا طبقہ بھی بہت وسیع رکھتے ہیں **پروفیسر اموری** بھی مسوری پہاڑ پر آپ کا مہمان تھا۔ انھیں ایام میں ہمارے مخلص بھائی **سید عزیز الرحمان صاحب بریلوی** (جو اب ہجرت کرکے قادیان میں رہتے ہیں) مہاراجہ صاحب کی ملازمت میں تھے۔ وہ سلسلہ تبلیغ میں ہر اشتہار جو قادیان سے نکلتا درباریوں اور مہاراجہ تک پہنچا دیا کرتے پڑھنے کا موقعہ نہ ہوتا تو اس کا خلاصہ ہی سنا دیا کرتے **پروفیسر اموری** نے اس زلزلہ کے بعد اپنی علمی تحقیقات کے بعد شائع کیا کہ

اب ہندوستان میں کوئی زلزلہ نہیں آسکتا۔

اسوقت کے ہندوستان کے اخبارات اس امر کی شہادت ہیں۔ پروفیسر کا بیان اُدھر شائع ہوا۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی وحی سے خبر پاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

دوسرے زلزلوں کا اعلان کردیا

اور خدا کی قہری تجلی نے پھر اپنا جلوہ دکھایا۔ اور ایک سخت زلزلہ آیا جس نے **اموری** کے بیان کی حقیقت کھولدی اس موقعہ پر جناب مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے مسوری پہاڑ پر اپنی ایک دعوت میں فرمایا

اموری جھوٹا ہے اور مرزا صاحب سچے ہیں!

اور اس طرح پر انھوں نے اپنی دیانت۔ حق پسندی اور حق گوئی کا اعلان ایک مجلس میں کیا۔ اس پیشگوئی کی تصدیق کا اجر خداتعالیٰ کے حضور ان کے لئے مقدر ہے یہ ایک **شہادت** تھی میں نے چاہا کہ اسے محفوظ کردیا جاوے۔

۲۶ر مئی ۱۹۳۴ء کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

۲۶ر مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابی کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں۔

اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں ۲۶ر مئی کو الحکم کا ایک خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ اس کی

پانچ ہزار کاپیوں کی اشاعت

کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ اس کے لئے میں صرف پچاس محبان مسیح موعود علیہ السلام کو پکارتا ہوں کہ وہ ایک ایک سو کاپی لیکر تقسیم کریں۔ خاص نمبر الحکم کے پورے ۴۰ صفحے پر شائع ہوگا۔ اس میں اول سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت۔ سیرت اور کارناموں کا ذکر ہوگا سَو کاپی کے خریدار کو ساڑھے بارہ روپے فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائے گا۔ ایک کاپی کی قیمت چار آنے ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دے دینگے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے۔

اگر پانچہزار کاپی پوری نہ ہو سکی تو میں نہایت افسوس کیساتھ اس کی اشاعت کو ملتوی کر دوں گا۔ اسلئے مارچ کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین (خاکسار عرفانی)

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہر گونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کرینگے۔ اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں۔ از راہ کرم بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔ ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جائے۔ اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں۔ تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں

الحکم کے اس دور میں

چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے۔

میں جذبات آفریں الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

الحکم کے احیاء و بقا کی تحریک میں حصہ لینا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

بازو کو قائم رکھنے

کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے

(عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی **پانچویں جلد** اب شائع ہو گئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے **پہلے نمبر میں** حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں اور **دوسرے نمبر میں** حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوبات ہیں۔

(اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ جب تک کہ مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جائے) اس جلد کے **تیسرے نمبر میں** چودھری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں اور **چوتھے نمبر میں** حضرت نواب محمد علیخاں صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالےٰ کے نام مکتوبات ہیں۔

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سردست **ایک روپیہ** ہے لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار پہنچ جائے گی۔ تو

قیمت نصف

کر دی جائیگی۔ تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ احباب جلد منگوالیں۔

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ و بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے: نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات سے کیسے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا۔ کہ قعر ذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیوں کر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔ ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

قیمت جلد اول:- دو روپے آٹھ آنے عہ
علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان دار الامان ضلع گورداسپور پنجاب

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپا اور الحکم آفس واقع تراب منزل۔ الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا